پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ڈاکٹر امتیاز حسین بلوچ، جدہ

آج یہ سطور لکھنے بیٹھا ہوں تو ماضی کے جھروکوں میں شاہ جی سے جڑی کئی یادیں اور کئی باتیں آ بیٹھی ہیں۔ کئی ادھورے خواب ہیں جو ہم مل کر دیکھتے رہے۔ کئی پراجیکٹ دھرے رہ گئے۔ جب میں نے سعودی عرب میں اردو شاعری پر ایک تحقیقی وتنقیدی مسودہ مرتب کیا تو کہنے لگے صرف شاعری کیوں؟ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ دونوں مل کر سعودی عرب میں اردو پر کام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مرحوم نے چند مفید مشورے بھی دیے۔ ۲۰۰۷ء میں مجھے سعودی وزارت ثقافت کی طرف سے انگریزی سے اردو ترجمے کا کام ملا تو میں نے سکول کے ایک پھنے خاں پروفیسر کو کتاب لا دی۔ پروفیسر صاحب پندرہ دن کے بعد کتاب واپس لائے۔ کتاب کے ابتدائی اوراق کے ترجمے کے لیے بھی انھیں جدہ میں موجود انگریزی اردو ڈکشنریاں کم پڑ رہی تھیں۔ سو وہ کام میں نے ذوالکفل بخاری مرحوم کو بتایا۔ شاہ جی نے ڈاکٹر اسلم انصاری کے ساتھ مل کر وہ کام مکمل کیا اور آج کل یہ کام سعودی عرب میں اشاعت کے مراحل میں ہے۔

سعودی عرب میں ان کا پہلا تقرر سعودی وزارت تعلیم وتربیت کے تحت چلنے والے ایک سرکاری سکول میں ہوا۔ یہ سکول املج میں واقع ہے۔ شاہ جی یہاں عربی بچوں کو انگریزی پڑھاتے رہے۔ املج سعودی عرب کا ایک سرحدی شہر ہے اور مکہ و مدینہ سے خاصے فاصلے پر ہے۔ مگر میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ اس دوری کے باوجود وہ اکثر و بیشتر حرمین شریفین میں حاضری دیتے رہے۔ جب وہ حرم کعبہ تشریف لاتے تو جدہ ضرور آتے۔ جدہ سے شائع ہونے والے واحد ادبی رسالے سحاب نے بھی شاہ جی کے لیے ایک تعارفی پروگرام منعقد کیا۔ اردو میگزین نے ان کی نظمیں شائع کیں۔ انھوں نے جدہ کے مشاعروں میں اپنی نظمیں سنا کر داد وصول کی۔

شاہ جی بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ انھیں ہلکی پھلکی گپ شپ میں خاص کمال حاصل تھا۔ دوستوں نے سید محمود خاور کے اعزاز میں جدہ میں ایک پروگرام منعقد کیا۔ میں نے جان بوجھ کر اُنھیں نہ بلایا کہ شاہ جی کیسے آئیں گے؟ املج جدہ سے بہت دور ہے۔ لیکن جب اُنھیں پروگرام کی خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوئے۔ جدہ میں وہ جب بھی آتے ان کا قیام ہمیشہ میرے یہاں رہتا۔ جدہ میں میرا گھر ایک پرانی عمارت میں واقع تھا جس کے کمرے کھلے اور باتھ کشادہ تھا۔ شاہ جی کو پورے جدہ میں میرا غریب خانہ پسند تھا۔ میرے گھر میں وہ رات کو ایک بجے سے پہلے کبھی نہیں آئے۔ جب آتے تو اپنی چادر قالین پر بچھا کر چپ چاپ سو جاتے۔ نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ میں بھی جدہ سکول کی صبح پونے ۷ بجے شروع ہونے والی ڈیوٹی کی وجہ سے سحر خیز تھا۔ وہ جب بھی آتے تو ہم ناشتہ اکثر ایک ساتھ کرتے مگر مل کر ڈنر کرنے کی نوبت کم کم ہی آئی۔ اس کے باوجود کہ وہ رات کو دیر سے آتے مگر اپنی جدہ آمد کی خبر فوراً کر دیتے۔ جب آتے تو اکثر سونے کی کوشش کرتے۔ میں جان بوجھ کر چھیڑتا تاکہ کچھ سننے کو ملے۔ ملتان کی ادبی شخصیات، کتابوں، تقریبات اور ادبی رسائل پر ان کی گہری نظر رہتی۔ وہ پکے ٹھکے ملتانی تھے اور ملتان کی ہر خبر سنانے کے لیے بے چین رہتے۔ رات گئے گپ شپ شروع کرتے تو اکثر صبح ہو جاتی۔ نماز پڑھ کر اور ناشتہ کر کے وہ تو سو جاتے، البتہ میں مدرسے کی راہ لیتا۔ میں جب ڈیوٹی سے واپس آتا تو گھر سے جن کی طرح غائب ہوتے۔ البتہ

جب املج پہنچ جاتے تو فون ضرور کرتے کہ میں پہنچ گیا ہوں اور ہاں رات کو جو میں نے قصہ سنایا تھا، یار اس کا ذکر پاکستان میں کسی سے نہ کرنا، ورنہ جن صاحب کا قصہ ہے وہ ویزہ لے کر سیدھے املج آئیں گے اور مجھے قتل کر کے ہی جائیں گے۔ میں بھی جان بوجھ کر چھیڑتا کہ شاہ جی وہ تو میں نے ملتان سے بھی آج تصدیق کی ہے آپ نے جو بتایا ہے وہ درست ہے آپ نہ گھبرائیں۔ جب وہ اس جواب پر پیچ یا ہوتے تو بڑا مزا آتا۔ آئندہ میرے پاس نہ آنے کی دھمکی کے ساتھ فون تڑاخ سے بند۔ مگر پھر اگلے ہفتے یا پندرہ دن بعد خود آجاتے یا فون کر دیتے۔ شاہ جی کو میرے بارے میں عجیب وغریب ادبی مغالطے تھے۔ جب فکاہات جلیس شائع ہوئی تو ایک نسخہ بغیر بتائے اُٹھا کر لے گئے۔ ایک دن خبر دی کہ بھائی رسالہ سہ ماہی الزبیر (بہاول پور) نے فکاہات جلیس پر ایک مضمون شائع کیا ہے۔ (یہ مضمون شاہ جی نے خود لکھا تھا)۔

جدہ کی ادبی مجالس اور حلقوں میں شاہ جی نے بہت جلد ایک اہم مقام بنایا تھا۔ انھیں ہر ادبی گروہ کے ''گرو'' سے خاص ربط تھا۔ اردو نیوز اور اردو میگزین نے ان کی تخلیقات شائع کیں۔ ان کی نظمیں کو سرورق کی زیست بنایا گیا۔ جدہ میں عالمی سطح کے مشاعرے پڑھتے رہے اور داد سمیٹتے رہے۔ ان کی ناگہانی وفات پر ادبی تنظیموں اور انگریزی اردو اور عربی اخبارات نے ان کی تدریسی اور ادبی خدمات پر انھیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور خصوصاً پاکستانی کمیونٹی پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اپنی سکول سروس کے دوران وہ ہمیشہ یونیورسٹی یا کالج کی پروفیسری کے متلاشی رہے۔ میں نے انھیں کچھ دوستوں سے ملوایا۔ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے ایک سابق ہونہار طالب علم پروفیسر مصطفیٰ شاہد کاہلوں (کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ) نے ان کے لیے بڑی مساعی کیں۔ شاہ جی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ تو نہ پہنچ سکے تاہم انگریزی ادب کا یہ لائق پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ شریف میں شعبہ انگریزی میں تدریس کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ دراصل یہیں سے ان کی موت کے سفر کی کہانی شروع ہوتی ہے۔ امسال جب گرمیوں کی چھٹیوں میں ان سے ملنے مہربان کالونی نزد ایم ڈی اے چوک ملتان دار بنی ہاشم پہنچا تو تین دن بعد ان کی جدہ کے لیے فلائٹ تھی۔ میں نے پوچھا ادھر کی پروفیسری کا کیا حال ہے۔ کہنے لگے محکمے نے شوکاز نوٹس جاری کر دیا ہے مگر میں رک نہیں سکتا۔ تمھاری بھابی نے آنا ہے، مجھے مکان لینا ہے، گاڑی لینی ہے۔ شاہ جی مکہ پہنچ گئے۔ مکان لے لیا، گاڑی لے لی۔ بھابی اور ننھے بیٹے بھی مکہ پہنچ گئے۔

آہوں اور سسکیوں کے درمیان جب ان کی میت کو پاکستان بھجوانے کے مشورے ہو رہے تھے تو انکشاف ہوا کہ شاہ جی نے وصیت کی تھی کہ موت کی صورت میں مجھے جنت المعلیٰ میں دفن کیا جائے۔ سو وصیت پر عمل کیا گیا۔ امامِ کعبہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا